قواعد فقہیہ کا ارتقائی پس منظر

ڈاکٹر حافظ ظفر حسین*　　　محمد زاہد خان**

ABSTRACT:

Gradual Development of the Islamic Legal Maxims

A maxim (*Qa'idah* pl. *Qawa'id*) is defined as "a general rule which applies to all of its related particulars". The scholars of Islam down through the centuries have written many books on the importance of this subject. *Fiqh* is literally understanding and comprehension, and specifically, in matters of Islamic creed, faith, law and jurisprudence, as derived from the *Qur'an*, *Sunnah*, *Ijma'* (consensus) and *Qiy┐ s* (analytical reason). This paper aims to study the evolutionary background, benefits and importance of Islamic Legal Maxims.

Key words: Islamic Legal Maxims, *Qawa'id Fiqhiyyah*, Islamic Jurisprudence.

لغوی اعتبار سے *قواعد*، قاعدہ کی جمع ہے، اور قاعدہ کے معنی ہیں: بنیاد اور اساس۔ یعنی کسی شئے کی اصل کو قاعدہ کہتے ہیں، چاہے وہ اصل حسی ہو جیسے: قواعد البیت (گھر کی بنیادیں) یا معنوی ہو جیسے: *قواعد الدین* (دین کے بنیادی اصول وضوابط)۔[1]

اصطلاح میں قواعد فقہیہ کی کئی تعریفات کی گئی ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں: علامہ جرجانیؒ فرماتے ہیں: "قضية كلية منطبقة على جميع جزئياتها" یعنی "یہ وہ کلی قاعدہ ہوتا ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے"۔[2] اسی طرح تعریف ہے: "قضية كلية يتعرف منها أحكام جزئياتها" یعنی "یہ ایسا کلی قاعدہ ہوتا ہے جس سے اس کے جزوی احکام معلوم ہوتے ہیں"۔ اور "الامر الكلي الذي ينطبق على جزئيات كثيرة تفهم أحكامها منه" یعنی "ایسا کلی امر جو کہ بہت ساری جزئیات پر صادق آئے اور اس قاعدہ سے ان جزئیات کے احکام کا پتہ چلے"۔[3] علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں: حكم كلي ينطبق على جزئياته يتعرف أحكامها منه" یعنی "یہ ایسا کلی حکم ہوتا ہے جو کہ اپنے تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے اور اس سے ان جزئیات کے احکام کا علم ہوتا ہے"۔[4]

اگر ان مذکورہ بالا تعریفات کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام تعریفات اپنے الفاظ کے اختلاف کے باوجود نفسِ مضمون میں مشترک ہیں، چنانچہ ان سب تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ *قواعد*

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور۔

** لیکچرر، گورنمنٹ کالج، بنوں۔

فقہیہ ایسا حکم ہوتا ہے جو کہ بہت ساری جزئیات پر صادق آتا ہے، بہت ساری جزئیات و فروعات اس ایک قاعدہ میں سمو جاتی ہیں۔

البتہ یہاں پر ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ یہ قواعد فقہیہ پوری طرح کلی نہیں ہوتے، عین ممکن ہے کہ کچھ جزئیات دیگر وجوہات کی بناء پر کسی قاعدہ کی کلیت سے خارج بھی ہو جائیں، علامہ حمویؒ فرماتے ہیں:

> بلاشبہ یہ قواعد جو فقہاء کے ہاں رائج ہیں، نحویوں اور اصولیوں کے مقرر کردہ قواعد کے علاوہ ہیں؛ کیونکہ فقہاء کرام کے فقہی قاعدہ کا حکم اکثری ہوتا ہے، کلی نہیں۔ یہ اپنی اکثر جزئیات پر صادق آتا ہے تاکہ اس سے جزوی مسائل کے احکام کا پتہ چلے۔[5]

قاعدہ فقہیہ اور ضابطہ فقہیہ میں فرق:

ان دونوں میں بنیادی طور پر فرق یہ ہے کہ قاعدہ فقہیہ فقہ کے مختلف ابواب کی جزئیات پر صادق آتا ہے، جبکہ ضابطہ فقہیہ کسی ایک باب کی مختلف جزئیات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے، چنانچہ قاعدہ فقہیہ میں ضابطہ فقہیہ کی بہ نسبت عموم زیادہ ہوتا ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ "الأشباہ والنظائر" میں فرماتے ہیں: "الفرق بين الضابط والقاعدة أن القاعدة تجمع فروعًا من أبوابٍ شتّى, والضابط يجمعها من بابٍ واحدٍ, هذا هو الأصل" یعنی "ضابطہ اور قاعدہ میں فرق یہ ہے کہ قاعدہ کے تحت مختلف ابواب کی فروعات ذکر کی جاتی ہیں جبکہ ضابطہ کے تحت ایک ہی باب کی فروعات ذکر ہوتی ہیں۔ یہ ایک اصول (قاعدہ) ہے"۔[6]

اور علامہ تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں:

> ان قواعد میں سے بعض ایسے ہیں جو کہ کسی ایک باب کے ساتھ مخصوص نہیں، جیسا کہ قاعدہ (یقین شک سے زائل نہیں ہوتا) اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو کسی خاص باب کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ (ہر وہ کفارہ جو کسی خاص گناہ کے سبب لازم ہوا ہو، تو اس کی ادائیگی فوری کی جاتی ہے) اور غالب یہ ہے کہ جو کسی باب کے ساتھ خاص ہوں اور جس کا مقصد متابہ صورتوں کو ترتیب دینا ہو، ضابطہ کہلاتا ہے۔[7]

قاعدہ فقہیہ اور نظریہ فقہیہ میں فرق:

قواعد فقہیہ اور نظریات فقہیہ میں فرق یہ ہے کہ قواعد فقہیہ دراصل کلی (اکثری) قواعد ہوتے ہیں جو کہ

مختلف فروع و جزئیات پر مشتمل ہوتے ہیں جن پر ایک فقیہ اور مفتی احکام شرعیہ کی معرفت کے سلسلہ میں اعتماد کرتا ہے۔ جبکہ نظریات فقہیہ وہ عمومی مفاہیم و دساتیر ہوتے ہیں جو کہ تشریع وحیات کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کے مکمل نظام کو تشکیل دیتے ہیں، نیز ہر نظریہ بہت سارے قواعد فقہیہ کے مجموعہ پر مشتمل ہوتا ہے مثلاً نظریۃ العقد جو کہ تمام عقود شرعیہ اور اس کے مختلف پہلوؤں جیسے تعریف، ارکان، شروط اور آثار وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔[8]

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نظریہ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> نظریہ کا عام مفہوم یہ ہے کہ یہ حقوق سے متعلق ایک ایسا نظام تشکیل دیتا ہے جس کے ذیل میں مختلف فقہی ابواب کے تحت مختلف جزئیات ہوتی ہیں جیسے نظریۂ حق، نظریۂ ملکیت، نظریۂ عقد، نظریۂ اہلیت، نظریۂ ضمان، نظریۂ ضرورت شرعی یا بطلان، فساد، توقف اور تخییر جیسے مویدات شرعیہ (شرعی مویدات کا نظریہ) وغیرہ۔[9]

علی جمعہ محمد عبد الوہاب فقہی نظریہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> نظریۂ عامہ کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ یہ ایسے فقہی موضوعات یا موضوع کا نام ہے جو فقہی مسائل یا فقہی قضایا پر مشتمل ہو جو ایسے ارکان، شروط اور احکام سے ملکر بنا ہو کہ ایک فقہی اکائی انکو سمیٹ لے۔ جیسے نظریۂ ملکیت، نظریۂ عقد، نظریۂ اثبات وغیرہ۔ بطور مثال نظریۂ اثبات کو لیں جس کا تعلق تعزیراتی فقہ اسلامی سے ہے، درج ذیل عناصر پر مشتمل ہے: حقیقتِ اثبات، شہادت، شرائطِ شہادت، کیفیتِ شہادت، شہادت سے رجوع، گواہ کے ذمہ داریاں، اقرار، قرائن، تفتیش، قاضی کی معلومات، کتابت، یمین، قسامت و لعان۔ یہ تو اس نئے اسلوب کی ایک مثال ہے جسے عمومی نظریات کی تشکیل کے بارے میں لکھنے والے اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر موضوع اس نظریے کے عناصر میں سے ایک عنصر ہے جسکے تحت کئی فصول مندرج ہوتی ہیں, جبکہ ان کے درمیان ربط ایک خاص فقہی تعلق (علاقہ) ہوتا ہے۔
>
> الغرض اس قول کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ فقہ اسلامی کے تناظر میں نظریہ عامہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ یہ قواعد ان نظریات کے مقابلے میں ضوابط کی حیثیت رکھتے ہیں یا یہ کہ یہ ان بڑے اور عام قواعد کے مقابلے میں خاص اور چھوٹے قواعد ہوتے ہیں۔[10]

قواعد فقہیہ اور قواعد اصولیہ میں فرق:

اگر ہم قواعد فقہیہ اور قواعد اصولیہ کا عمومی موازنہ کریں تو ان دونوں کے مابین درج ذیل وجوہات کی بناء پر فرق کیا جاسکتا ہے:

1 - قواعد اصولیہ کلی ہوتے ہیں جو کہ اپنی تمام جزئیات پر صادق آتے ہیں، جبکہ قواعد فقہیہ اغلبی و اکثری ہوتے ہیں اور ان میں حکم کا دارو مدار اکثر جزئیات کی بناء پر ہوتا ہے، چنانچہ تقریباً ہر قاعدہ فقہیہ کی کچھ استثنائی صورتیں بھی ہوتی ہیں۔[11]

2 - قواعد اصولیہ میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا، بلکہ وہ ہر دور اور ہر زمانے میں کار آمد ہوتے ہیں، جبکہ قواعد فقہیہ میں سے کچھ قواعد عرف، سد الذرائع اور مصلحت کی بناء پر قائم ہوتے ہیں جن میں عرف و زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ تغیر و تبدل ہوتا ہے۔[12]

3 - قواعد اصولیہ دراصل احکام شرعیہ عملیہ کے استنباط کا ذریعہ ہوتے ہیں جبکہ قواعد فقہیہ ایسے ہم جنس احکام کے مجموعہ سے عبارت ہوتے ہیں جو کسی ایسی علت کی طرف لوٹتے ہیں جو کہ انھیں ایک ہی لڑی میں پرو دیتی ہے۔ نیز قواعد فقہیہ کی غرض و غایت مسائل فقہیہ کو آسان کرنا اور ذہنی سطح کے قریب لانا ہے، ان سے احکام شرعیہ کا بلاواسطہ استنباط نہیں ہوتا۔[13]

4 - قواعد اصولیہ عمومی طور پر الفاظ عربیہ، قواعد عربیہ اور نصوص عربیہ سے بنتے ہیں جبکہ قواعد فقہیہ، احکام شرعیہ اور مسائل فقہیہ سے بنتے ہیں۔

5 - قواعد اصولیہ، احکام فقہیہ سے پہلے وجود میں آتے ہیں۔ جبکہ قواعد فقہیہ بعد میں وجود میں آئے ہیں اور ان کا وجود: فقہ، احکام فقہ اور فقہی جزئیات کا تابع ہوتا ہے۔[14]

6 - ایک اہم فرق ان دونوں کے درمیان یہ بھی ہے کہ قاعدہ اصولیہ، احکام اور ادلہ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ دلیل تفصیلی سے حکم کا استنباط ہوتا ہے نیز اس کا موضوع ہمیشہ دلیل اور حکم ہوتا ہے۔ جبکہ قاعدہ فقہیہ کلی یا اکثری قاعدہ ہوتا ہے جس کی جزئیات علم فقہ کے بعض مسائل ہوتے ہیں اور اس کا موضوع ہمیشہ مکلف کا فعل ہوتا ہے۔[15]

قواعد فقہیہ کا ارتقائی پس منظر:

امام جلال الدین سیوطیؒ اور علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں کہ قاضی ابو سعید ہروی شافعیؒ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ہرات کے ایک حنفی امام نے ان کو یہ خبر دی ہے کہ امام ابو طاہر دباسؒ جو کہ چوتھی صدی ہجری کے فقہاء

میں سے تھے اور ماوراء النہر کے علاقہ میں حنفیہ کے امام کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ کے پورے مذہب کو سترہ کلی قاعدوں میں سموڈالا ہے قاضی ہرویؒ ,ابو طاہر دباسؒ کے پاس آئے۔ ابو طاہر نابینا تھے اور جب سب لوگ گھروں کو چلے جاتے تو ہر رات یہ قواعد مسجد میں دہراتے۔ ایک شب جب لوگ مسجد سے چلے گئے تو قاضی ہرویؒ چٹائی میں چھپ گئے۔ امام ابو طاہر نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور ان قواعد میں سے سات کو ہی دہرا پائے تھے کہ قاضی ہرویؒ کھانس پڑے تو ابو طاہر کو اس علم ہو گیا, انھیں خوب پیٹا, مسجد سے باہر نکال دیا اور دوبارہ کبھی ان قواعد کو نہیں دہرایا۔ قاضی ہرویؒ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور انھیں وہ سات قواعد سنائے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

- الأمور بمقاصدها: یعنی معاملات کا بدلہ ان کے مقاصد کے تحت ہے۔
- اليقين لا يزول بالشك: یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔
- المشقة تجلب التيسير: مشقت سہولت لاتی ہے۔
- الضرر يزال: نقصان دور کیا جائے گا۔
- العادة محكمة: عادت فیصلہ کن ہے۔

امام ابو طاہر کے مذکورہ بالا قواعد کے علاوہ دیگر قواعد کی تحدید یا تعیین آسان کام نہیں۔ البتہ امام کرخیؒ (م ۳۴۰ھ) جو کہ امام ابو طاہر کے معاصر تھے, نے ان سے چند قواعد اپنی مشہور کتاب "أصول الکرخی" میں میں نقل کئے ہیں۔ آپ کی یہ کتاب ۳۸ قواعد پر مشتمل ہے اور شاید یہ اس فن کی ابتدائی تالیف ہے۔[16]

قانونی دفعات کی طرح قواعد فقہیہ کسی خاص وقت میں خاص افراد کے ہاتھوں نہیں لکھے گئے بلکہ ان قواعد کا مفہوم و مضمون اور ان کے الفاظ کی ترکیب و ترتیب فقہ اسلامی کے عروج کے زمانوں میں مختلف مذاہب کے اکابر اہل تخریج و ترجیح فقہاء کرام کے ہاتھوں وقتاً فوقتاً ہوئی ہے اور یہ کام انہوں نے عمومی نصوص شرعیہ اور فقہ کے اصول و مبادی و احکام کی علتوں اور عقلی مسلمہ قواعد کی روشنی میں سرانجام دیا ہے۔

نیز ان قواعد میں سے ہر قاعدے کا کوئی معین فقیہ بھی معلوم نہیں ہے کہ جس نے اس کو وضع کیا ہے۔ البتہ وہ قاعدہ جو کسی حدیث نبوی کے الفاظ ہیں جیسا کہ قاعدہ "لاضرر ولاضرار" یا وہ کسی مذہب کے امام کا مخصوص جملہ ہے جو کہ بعد میں قاعدہ کلیہ کی شکل اختیار کر گیا ہے جیسے امام ابو یوسفؒ کا اپنی کتاب "الخراج" میں یہ کہنا کہ "ليس للإمام أن يخرج شيئاً من أحدٍ إلا بحقٍ ثابتٍ معروفٍ" یعنی "امام کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے قبضہ سے کوئی شئے ثابت شدہ و معلوم حق

کے بغیر لے لے" تو اس طرح کے قواعد کے واضع معلوم ہیں۔ ان کے علاوہ قواعد کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن کی حتمی صیاغت و ترکیب علماء کرام کے انھیں اپنی عبارات میں بطور علت و قیاسی استدلال کے طور پر ذکر کرنے کے ذریعہ پایہ تکمیل کو پہنچی ہے کیونکہ فقہاء کرام اپنے اجتہادی احکام اور قیاسی استدلالات میں ان قواعد کو ذکر کرتے اور بطور دلیل پیش کرتے، چنانچہ رفتہ رفتہ یہ قواعد اپنی حتمی اور آخری صیاغت و ترکیب میں ظاہر ہو گئے۔

مذاہب اربعہ میں سے تقریباً فقہ حنفی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے ابتدائی مشائخ و فقہاء کرام نے ان قواعد کی بنیاد رکھی۔ یہ حضرات اپنی دلیلوں میں یہ قواعد ذکر فرماتے اور انہی سے پھر دوسرے مذاہب کے فقہاء نے نقل کرنا شروع کر دیا۔

شروع میں یہ قواعد "اصول" کہلاتے تھے جیسا کہ علامہ قرافیؒ نے اپنی کتاب "الفروق" میں لکھا ہے، چنانچہ اس امر کا اکثر مشاہدہ ہوتا ہے کہ اہل تصنیف و تالیف حضرات کسی حکم کی دلیل بیان کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ "من أصول أبی حنیفة..." یا "الأصل عند أبی حنیفة کذا و کذا" اور یہ کہنے کے بعد وہ انہی قواعد کو ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ امام دبوسیؒ کی کتاب "تأسیس النظر" اور امام کرخیؒ کی کتاب "قواعد الإمام الکرخی" میں اختیار کردہ طرز عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔[17]

قواعد فقہیہ کے فوائد اور ان کی اہمیت:

علامہ ابن نجیمؒ "الأشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں: "یہ قواعد ہی دراصل فقہ کی بنیاد ہیں، اور انہی کے ذریعے ہی ایک درجہ فقیہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اگرچہ بار بار فتوی کے ذریعہ کیوں نہ ہو"۔[18] علامہ شہاب الدین قرافیؒ ان قواعد کی اہمیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

> بلاشبہ یہ قواعد بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کا فائدہ بہت زیادہ ہے۔ جس قدر کوئی فقیہ ان قواعد کا احاطہ کرے گا اسی قدر اس کی قدر و قیمت بڑھے گی اور اس کے لئے فتوی کی راہیں کھلتی چلی جائیں گی۔ اور جو شخص قواعد فقہیہ کا لحاظ کئے بغیر صرف جزوی مماثلت و مناسبت کی بناء پر فروعات کی تخریج کرے گا تو اس کو فقہاء کی تخریج کردہ جزئیات باہم متعارض نظر آئیں گی۔ چنانچہ ایسا شخص پھر لامتناہی جزئیات کو حفظ کرنے کا محتاج بن جاتا ہے اور جو شخص فقہ کو اس کے قواعد کے ساتھ سمجھ لیتا ہے تو بہت ساری جزئیات کو یاد کرنے کی زحمت سے بچ جاتا ہے کیونکہ اکثر جزئیات ان کلیات

(قواعد فقہیہ) میں سمو جاتی ہیں اور اس کے لئے وہ جزئیات متحد الحکم ہو جاتی ہیں جن
سے دوسرے فقہاء کو اختلاف وتضاد نظر آتا ہے۔[19]

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں: "بلاشبہ بہت سارے پراگندہ مسائل کو متحدہ قوانین کی صورت میں ضبط کرنا ان کو حفظ کرنے میں بہت مفید ہوتا ہے"۔[20] "مجلة الأحكام العدلية" کی شرح "درر الحکام" کے مقدمہ میں ہے:

محققین فقہاء نے مسائل فقہیہ کو کلی قواعد کی طرف لوٹایا ہے جن میں سے ہر قاعدہ بہت سارے مسائل پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ قواعد کتب فقہ میں تسلیم شدہ ومقبول ہیں اور مسائل کے اثبات کے لئے بطور دلیل پیش کئے جاتے ہیں، دلیل میں ان کو دیکھتے ہی مسائل کی سمجھ آجاتی ہے، چنانچہ ان سے مانوسیت پیدا ہوتی اور وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔[21]

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: "جان لو! کہ «فن الاشباہ والنظائر» ایک عظیم فن ہے، اس کے ذریعے فقہ کے حقائق، مآخذ اور اسرار تک رسائی ہوتی ہے اور یہ فن فقہ کی فہم اور مسائل کے استحضار میں مدد دیتا ہے۔ انہی کے ذریعے ایک فقیہ کسی مسئلہ کا اس کی نظیر کے ساتھ الحاق، تخریج اور نہ ختم ہونے والے غیر مسطور مسائل کا حل نکالتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ فقہ تو نظائر (ہم جنس مسائل) کی پہچان کا نام ہے"۔[22]

نتائج:

مذکورہ بالا نصوص سے ہمیں درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

1. قواعد فقہیہ, فقہ اسلامی کا نچوڑ ہیں۔
2. بہت سارے مسائل کو مختصر جملہ کی صورت میں پیش کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔
3. یہ قواعد, فقہ کا فہم اور فقہی مزاج پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔
4. قواعد فقہیہ کے ذریعے مناہج فقہ واضح ہوتے ہیں۔
5. ان قواعد پر عبور حاصل کر کے ایک فقیہ لامتناہی جزئیات کو حفظ کرنے کی جھنجھٹ سے بچ جاتا ہے۔
6. ان قواعد میں مہارت کی وجہ سے فقہاء کے ذکر کردہ مسائل میں بظاہر تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے۔
7. اثبات مسائل کے سلسلہ میں ان قواعد کو بطورِ استنباط بھی ذکر کیا جاسکتا ہے۔
8. جدید مسائل کے استنباط میں یہ قواعد بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ندوی، ڈاکٹر علی احمد. القواعد الفقہیۃ. ط: 1986ء, دار القلم, دمشق, ص۳۹

[2] جرجانی، علامہ عبد القادر. التعریفات. ط: قدیمی کتب خانہ, کراچی, ص۴۷

[3] ندوی، ڈاکٹر علی احمد. القواعد والضوابط المستخلصۃ من التحریر شرح الجامع الصغیر. ط: مطبعۃ المدنی, مصر, ص۸۷

[4] تفتازانی، علامہ سعد الدین. التلویح علی التوضیح. ط: دار القلم, دمشق, ۱/65

[5] حموی، احمد بن محمد مکی. غمز عیون البصائر فی شرح الأشباہ والنظائر. ط: دار الکتب العلمیۃ, بیروت, ۱/75

[6] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم. الأشباہ والنظائر. ط: قدیمی کتب خانہ, کراچی، ص۱۶۲

[7] سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین. الأشباہ والنظائر. ط: 1991ء, دار الکتب العلمیۃ, بیروت, ۱/11

[8] زحیلی، ڈاکٹر محمد. القواعد الفقہیۃ علی المذہب الحنفی والشافعی. ط: مطبعۃ الفجر الکویتیۃ, ص۲۲

[9] زحیلی، ڈاکٹر وہبہ بن مصطفی. الفقہ الاسلامی وادلتہ. ط: دار الفکر, دمشق, ۲۸۴۷/۴

[10] علی جمعہ، محمد عبد الوہاب. المدخل الی دراسۃ المذاہب الفقہیۃ. ط: دار السلام، قاہرہ, ص۳۳۴

[11] ندوی, القواعد الفقہیۃ, ص۵۹

[12] القواعد الفقہیۃ علی المذہب الحنفی والشافعی، ص۲۱

[13] القواعد الفقہیۃ, ص ۲۲، ۴۲۷

[14] القواعد الفقہیۃ علی المذہب الحنفی والشافعی، ص۲۱

[15] القواعد الفقہیۃ, ص۴۲۷

[16] سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر. الأشباہ والنظائر. ط: 1990ء, دار الکتب العلمیۃ, بیروت, ص۷

[17] زرقاء، علامہ مصطفی. المدخل الفقہی العام فی ثوبہ الجدید. ط: دار القلم دمشق, ص۹۶۹

[18] ابن نجیم. الأشباہ والنظائر، ص۲۰

[19] قرافی، ابو العباس شہاب الدین. أنوار البروق فی أنواء الفروق. ط: دار عالم الکتب, بیروت, ۱/3

[20] زرکشی، بدر الدین محمد. المنثور فی القواعد الفقہیۃ. ط: 1985ء, وزارت الاوقاف الکویتیۃ, ۱/65

[21] آفندی، علی حیدر خواجہ امین. درر الحکام فی شرح مجلۃ الأحکام. ط: 1991ء, دار الجیل, بیروت, ۱/17

[22] سیوطی. الأشباہ والنظائر، ص۶